محمد جعفر پھلواروی

# غزوۂ خیبر

خیبر مدینہ منورہ سے تقریباً دو سو میل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر مدینے سے جلا وطن ہوئے تو وہ دونوں خیبر ہی میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ مدینہ میں انھیں ہر طرح کی آزادی حاصل تھی مگر یہ غداری سے باز نہ آئے۔ خیبر میں رہ کر بھی ان کی ریشہ دوانیاں بہ ہیئتہ جاری رہیں۔ غزوۂ احزاب انھیں کی سازش و انگیخت سے ظہور میں آیا تھا اور غزوۂ بنو قریظہ بھی انھیں کی شر انگیزیوں کا نتیجہ تھا۔ ان یہودیوں نے اپنے کھوئے ہوئے عزت و اقتدار کو واپس لانے کے لیے پھر پر پُرزے نکالنے شروع کیے۔ غزوہ بنو قریظہ میں حُیَیْ بن اخطب کے مارے جانے کے بعد ابو رافع سلّام بن ابی الحقیق اس کا جانشین ہوا۔ یہ قتل کیا گیا تو اسیر بن زرام مسند آرائے ریاست ہوا۔ یہ پہلے اپنے قریب کے حلیف قبیلے بنی غطفان کے پاس گیا اور پورے قبیلے کو مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکایا۔ اس کے بعد دوسرے کئی قبائل کو ساتھ ملا لیا گیا۔ یہاں تک کہ بیس پچیس ہزار کی فوج مدینے پر حملہ کرنے کی غرض سے جمع کر لی۔ آں حضرتؐ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ کو تحقیق حال کے لیے بھیجا۔ انھوں نے چھپ کر اپنے کانوں سے یہود کی سازشوں کی گفتگو سنی اور واپس آکر آں حضرتؐ کو اطلاع دی۔ آں حضرتؐ نے پھر تیس آدمیوں کو عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ خیبر بھیجا۔ عبداللہ بن رواحہ نے اسیر سے ملاقات کی اور کہا کہ: "تمھاری حکومت تمھیں کو مبارک رہے۔ تم رسول اللہؐ سے مل تو لو۔ تمھاری حکومت تمھارے ہی پاس رہے گی۔" عبداللہ بن رواحہ نے یہ گفتگو اسی توقع پر کی تھی کہ اسیر آں حضرتؐ سے مل کر یا تو اچھا اثر لے گا اور ایمان لائے گا یا

اتنا متاثر ضرور ہو گا کہ انسانیت کے ساتھ مصالحت کرلے۔ اسیر تیار ہوگیا اور اس نے بھی تیس آدمی اپنے ساتھ لے لیے۔ راستہ یوں طے ہوا کہ ہر مسلمان کے ساتھ ایک یہودی تھا۔ گویا دو آدمی ایک ساتھ چل رہے تھے اور ان کے پیچھے پھر دو آدمی۔ اسی طرح تیس تیس آدمیوں کی دو قطاریں تھیں۔ قرقرہ میں پہنچ کر اسیر کی نیت بدل گئی۔ غالباً اس نے یہ سوچا ہوگا اگر یہاں کچھ چھیڑ ہو گئی تو خیبر سے فوراً امدادی کمک آجائے گی اور ان تیس مسلمانوں کو ختم کر کے مسلمانوں پر ہیبت قائم کر دی جائے گی۔ اسیر نے چھیڑ خانی کے لیے اپنے مسلمان ساتھی عبداللہ بن انیس کی تلوار چھین لینی چاہی۔ عبداللہ بن انیس پہلے ہی سے ہوشیار تھے۔ انھوں نے اسیر سے کہا "تو ابھی سے غداری کرنے لگا" یہ کہہ کر انھوں نے اسیر کی ران پر ایک تلوار ماری۔ وہ گھوڑے سے گرا اور گرتے گرتے تلوار کا ایک ہاتھ مار کر عبداللہ بن انیس کو بھی زخمی کر گیا۔ بس کیا تھا فوراً میدان کارزار گرم ہوگیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک کے سوا سارے یہودی کھیت ہو گئے۔

صحابہ نے اس قسم کی غداری کبھی نہیں کی اور یہود پہلے بھی بارہا غداری کا عملی ثبوت دے چکے تھے۔ قرینہ بھی ہے کہ یہ اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ یہود نے پہلے ہی سے راستے میں چھیڑ کر مسلمانوں کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا ہوگا۔

## مقصدِ جنگ کا اعلان

اس واقعہ کے بعد آں حضرتؐ نے مشورہ فرمایا۔ یہ یقینی بات تھی کہ اسیر بن زرام نے جو فوجیں جمع کی تھیں وہ مدینہ پر حملہ کرنے ہی کے لیے تھیں۔ اگر یہ چھوٹا سا معرکہ نہ بھی پیش آتا تو وہ اپنی اسکیم پوری کرتا۔ اور اب تو دشمنوں کا حملہ اور بھی یقینی ہوگیا تھا۔ اس لیے رائے یہ قرار پائی کہ اس سیلاب کو امنڈنے سے پہلے ہی روک دیا جائے۔ اس موقع پر اسلامی جیش کو تیار ہونے کا حکم دیا گیا، اور ساتھ ہی آں حضرتؐ نے اعلان فرمایا کہ "اس جنگ میں صرف وہی لوگ شریک ہوں جن کا مقصد صرف اعلاءِ کلمۃ اللہ ہو"۔ یعنی حصولِ غنیمت یا جذبۂ انتقام کی تسکین یا اور کوئی مقصد پیشِ نظر نہ ہو۔ اس اعلان کے مطابق اس غزوے میں سولہ سو وہی مہاجرین و انصار شریک تھے جو صلح حدیبیہ کے

موقعہ پر بیعت رضوان میں شریک تھے۔ (ان میں سے صرف چند رحلت کر چکے تھے) بعد میں دو سو وہ مہاجرین حبشہ بھی آکر مل گئے جو حبش سے واپس آتے ہوئے خیبر پہنچ گئے تھے۔

یہاں قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اعلائے کلمۃ اللہ کی شرط تو تمام ہی مواقع قتال پر ضروری تھی۔ پھر آج خاص طور پر اس اعلان کی کیا ضرورت پڑ گئی؟ یہ بڑا اہم سوال ہے مگر سیرت نگاروں نے اس سوال کو حل کرنے کی طرف توجہ نہیں فرمائی ہے۔ ہماری سمجھ میں جو کچھ آسکا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن پاک نے صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک قبل فتح کے مسلمان اور دوسرے بعد فتح کے مسلمان۔ ارشاد ہے:

| | |
|---|---|
| لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل ط اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا ط وکلا وعد اللہ الحسنٰی ط واللہ بما تعملون خبیر ۵ (۱۰:۵۷) | تم میں سے وہ جس نے قبل فتح خرچ کیا اور جنگ کی یکساں نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد فتح خرچ کیا اور جنگ کی۔ ہاں حسنیٰ کا وعدہ اللہ نے دونوں ہی سے کیا ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ |

تمام مفسرین یہاں الفتح سے مراد فتح مکہ ہی لیتے ہیں۔ یہ اس لحاظ سے بالکل صحیح ہے کہ الفتح کا ظہور فتح مکہ ہی ہے۔ لیکن اگر قرآن پاک ہی سے اس کی تفسیر تلاش کی جائے تو اس فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہوگی۔ کیونکہ اس صلح حدیبیہ کے بعد ہی راستے میں انا فتحنا لک فتحا مبینا نازل ہوئی۔ گویا صلح حدیبیہ ہی فتح مبین تھی۔ یعنی یہ آغاز تھا اس کے بعد کی ساری فتوحات ــــــ فتح خیبر فتح وادی القریٰ، فتح مکہ اور فتح حنین، فتح اوطاس، فتح طائف ــــــ اسی آغاز کا انجام اور اسی مبتدا کی خبر تھیں۔ ان ساری فتوحات کا مجموعہ ہے فتح مبین۔ صرف فتح مکہ ہی فتح مبین نہیں۔ بلاشبہ فتح مکہ سب سے بڑی فتح مبین ہے اور آں حضرتؐ داخلۂ مکہ کے وقت انا فتحنا مبینا تلاوت فرما رہے تھے۔ لیکن بعد کی تمام فتوحات بھی فتح مبین ہی میں داخل ہیں اور ان سب کا پہلا زینہ صلح حدیبیہ ہے۔ لہٰذا "قبلِ فتح اور بعدِ فتح" کی تقسیم صلح حدیبیہ ہی سے شروع ہونا

قرین قیاس ہے۔

اب دیکھیے صلح حدیبیہ میں جو لوگ شریک تھے انھی نے بیعت رضوان کی اور انھی کے لیے رضائے الٰہی کی آسمانی سند نازل ہوئی کیونکہ اب تک یہ مردانِ خدا جس جنگ میں بھی شریک ہوئے صرف اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہی شریک ہوئے اور کوئی دوسری غرض ان کے پیش نظر نہ تھی۔ نہ مالِ غنیمت ان کے پیش نظر تھا نہ ہوس ملک گیری اور نہ کوئی اور شے۔ ان لوگوں کو یہ کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی تم صرف اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کوچ کرو۔ بخلاف اس کے جو لوگ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے تھے ان میں ابھی وہ پختگی نہ پیدا ہوئی تھی خواہ بعد میں کتنے ہی پکے مومن ہوگئے ہوں۔ ان کے اندر حصولِ غنیمت یا ملک گیری یا انتقامی کارروائی کا جذبہ پیدا ہوسکتا تھا۔ اس لیے آں حضرتؐ کو یہ اعلان فرمانا پڑا کہ "غزوۂ خیبر میں صرف وہی لوگ شریک ہوں جن کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ کے سوا اور کچھ نہ ہو"

ذرا یہاں پر غور کیجیے۔ چوبیس پچیس ہزار کی فوج کی خبر سننے کے بعد تو کوشش یہ ہونی چاہیے تھی کہ جتنے زیادہ سے زیادہ جنگ جو مقابلہ کے لیے تیار ہوں اتنا ہی بہتر ہے۔ لیکن ہوا یہ کہ صرف سولہ سو ایسے افراد اس معرکے میں شریک ہوئے جن سے زیادہ مخلص، صادق انسان چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھے۔ بتانا یہ تھا کہ اہل ایمان کا مقصد نہ جنگ ہے نہ فتوحات، نہ غنیمت نہ انتقام، نہ ملک گیری نہ کوئی اور شے۔ ان کے پیش نظر صرف اعلائے کلمۃ اللہ ہے جسے آپ دوسرے لفظوں میں انسانی اقدار کا قیام کہہ لیجیے۔ جو رسولؐ اتنے بڑے اعلیٰ مقصد کو لے کر اٹھا ہو وہ یہ کب گوارا کرسکتا تھا کہ اس میں وہ لوگ بھی شریک ہوں جنھیں اعلیٰ اقدار کو زندگی میں جذب کرنے کا ابھی پورا موقع میسر نہیں آیا ہے۔ اگر محض فوج کشی مقصود ہوتی تو نہ فقط ان حدیث الاسلام مسلمانوں کو بلکہ آں حضرتؐ بہت سے غیر مسلم حلیف قبیلوں کو بھی ساتھ لے سکتے تھے۔ لیکن آں حضرتؐ کو آج واضح طور پر یہ بتانا تھا کہ مقصدِ جنگ صرف انسانیت کا قیام ہے۔

خیبر کے موقع پر اس اعلان کی ایک اور بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ یہود بڑے دولت مند تھے۔ ان

کی زمینیں بھی بہت تھیں۔ ان کے قلعے بھی بڑے بڑے تھے۔ زن، زر، زمین وغیرہ کی یہ کشش بہت سے حدیث الاسلام لوگوں کے اخلاص میں فرق ڈال کر اعلیٰ اقدار کو مجروح کر سکتی تھی۔ لہذا یہی صحیح موقعہ تھا کہ قبل از صلح حدیبیہ اور بعد از صلح حدیبیہ —— یا یوں کہیے کہ قبل فتح اور بعد فتح —— میں ایک خطِ امتیاز کھینچ دیا جائے اور واضح طور پر عملاً مقصدِ قتال کی بلند قدروں کو قائم کر دیا جائے۔

## خیبر کی چند اور خصوصیات

اس غزوے کی چند اور خصوصیتیں بھی ہیں۔ ام المومنین ام سلمہؓ حدیبیہ میں موجود تھیں، اس لیے وہ اس غزوے میں بھی ساتھ رہیں۔ ان کے علاوہ بیس دوسری عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ ان کی شرکت کا کیا مقصد تھا۔ اسے اس روایت سے سمجھنا چاہیے:

عن نجدة بن عامر حروری انه کتب الی ابن عباس هل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یغزو بالنساء وهل کان یضرب لهن بسهم؟ ..... قال ابن عباس ... فقد کان یغزو بهن فیداوین الجرحی ویحذین من الغنیمة واما سهم فلم یضرب لهن ..... (مسلم ابوداؤد ترمذی)

نجدہ بن عامر حروری نے ابن عباس کو خط لکھ کر دریافت کیا کہ کیا آں حضورؐ عورتوں کی معیت میں جہاد فرماتے تھے؟ اور ان کا کوئی حصہ مقرر تھا؟ ..... ابن عباس نے جواب دیا کہ ..... ہاں حضورؐ عورتوں کی معیت میں جنگ فرماتے تھے وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، اور ان کو مناسب حصۂ غنیمت بھی ملا کرتا تھا۔ لیکن (مردوں کی طرح) ان کا کوئی حصہ مقرر نہ تھا۔

ایک دوسری روایت میں انس سے مروی ہے کہ:

ولقد رأیت عائشة وام سلیم وانهما لمشمرتان اری خدم سوقهما تنقلان القرب علی متونهما ثم تفرغانه فی افواه القوم ثم ترجعان فتملآنه فتفرغانه فی افواههم (بخاری ومسلم)

میں نے عائشہؓ اور ام سلیمؓ کو (غزوۂ احد میں) دیکھا کہ دونوں بڑی تیز رفتاری سے کام کر رہی ہیں۔ ان کی پنڈلیاں اس وقت میری نگاہوں کے سامنے تھیں۔ دونوں اپنی اپنی پشت پر مشکیزے

اٹھائے ادھر سے ادھر جاتیں اور لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں۔ اور پھر واپس آکر مشکیزے بھرتیں اور لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں۔

گویا عورتوں کی معیت کا مقصد تھا زخمیوں کی مرہم پٹی اور پیاسوں کو پانی پلانا۔ (اور موقع ہو تو تلوار بھی چلانا)۔

دوسری خصوصیت اس غزوہ کی یہ ہے کہ اس سے پہلے غزوات میں چھوٹی جھنڈیوں سے کام لیا جاتا تھا۔ لیکن اب کے تین علَم (بڑے جھنڈے) تیار کیے گئے۔ ایک علَم جو ام المومنین عائشہ رض کے دوپٹے سے تیار کیا گیا تھا حضرت علی رض کو دیا گیا۔ دوسرا حباب بن مُنذر کو۔ اور تیسرا سعد بن عبادہ کو مرحمت ہوا۔

## نقشہ میدان جنگ

میدان بدر کی طرح یہاں بھی حباب بن منذر ہی کی رائے سے مقام رجیع پر پڑاؤ ڈالا گیا۔ یہ اس لیے کہ یہ مقام یہود خیبر اور غطفان کے درمیان میں واقع تھا۔ یہود نے غطفانیوں کو یہ لالچ دیا تھا کہ مدینہ فتح ہو جانے کے بعد خیبر کی پیداوار کا آدھا حصہ تم لوگوں کو دیا جایا کرے گا۔ غطفانی چار ہزار سپاہی لے کر خیبر کی طرف چلے لیکن انھوں نے اپنے اور یہود کے درمیان مسلمانوں کے لشکر کو حائل پایا تو انھیں خود اپنی فکر پڑ گئی اور وہ چپکے سے واپس ہو گئے اور یہود کی مدد کو نہ پہنچ سکے۔

آں حضرت ؐ نے ضروری سامان اور عورتوں بچوں کو ایک محافظ دستے کی نگرانی میں چھوڑ دیا۔ اور تمام جاں نثاروں کو ساتھ لے کر خیبر کی طرف روانہ ہو گئے۔ محافظ دستے کے کیمپ کے سردار سیدنا عثمان رض تھے۔ پیش قدمی کرنے والی فوج کے افسر میمنہ سیدنا عمر رض تھے۔ اور افسر میسرہ ایک دوسرے صحابی۔ مقدمۃ الجیش کی افسری جناب عکاشہ بن محصن کے سپرد تھی۔ حملہ آور دستے کی کمان جناب محمود بن مسلمہ کے ہاتھ میں تھی۔ اور کمال یہ ہے کہ افسر دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود ایک سپاہی کی حیثیت سے اسی حملہ آور دستے میں تھے جس کے کماندار سیدنا محمود بن

مُسلّم تھے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے امام دوجہاں ہونے کے باوجود آں حضرتؐ نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی ہے۔ یہ انداز تربیت دنیا کے ہر مصلح کے لیے اسوۂ حسنہ ہے۔

الغرض یہ جیش اسلامی بڑی تیزی سے بڑھا۔ مقام صہبا میں نماز عصر ادا کی اور رات ہونے خیبر تک پہنچ گیا۔ شب کو جنگ کرنا آں حضرتؐ کے معمول کے خلاف تھا اس لیے سب لوگوں نے رات یہیں گذاری۔

ادھر یہود نے خبر ہوتے ہی جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ لیکن میدان میں آکر مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس لیے قلعہ بند ہو گئے۔ ایک قلعے میں عورتوں بچوں کو محفوظ کیا اور دوسرے میں سامانِ رسد مہیا کیا۔ باقی تمام یہود نے مختلف قلعوں میں داخل ہو کر اندر سے دروازے بند کر لیے۔ ان کے نو دس قلعے تھے جو تین حصوں میں یوں منقسم تھے۔ پہلا حصہ حصن نطاۃ تھا۔ جس میں ناعم، صعب اور زبیر نامی تین قلعے تھے۔ دوسرا حصن شقّ تھا۔ اس میں بَر اور اُبَیّ نامی دو قلعے تھے۔ تیسرا حصن کتیبہ تھا اور اس میں وطیح، قموص اور سلالم نامی تین قلعے تھے۔

## آغازِ جنگ

سب سے پہلے قلعہ ناعم پر محمود بن مسلمہ نے حملہ کیا۔ چار پانچ دن جنگ ہوتی رہی۔ اسی دوران میں حضرت محمود ذرا دم لینے کے لیے سایۂ دیوار میں بیٹھ گئے۔ اوپر سے کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق نے ایک چکی کا پاٹ ان کے اوپر گرا دیا اور محمود اس کے صدمے سے جانبر نہ ہو سکے۔ ان کے بھائی محمد بن مسلمہ نے فوراً کمان سنبھال لی اور یہ قلعہ فتح ہو گیا۔

اسی رات سیدنا عمرؓ پاسبانی کر رہے تھے کہ ایک یہودی پر نظر پڑ گئی اور اسے گرفتار کر لیا۔ اسے امان دے دی گئی اور اسی نے یہ اطلاع دی کہ یہودی آج اپنے عورتوں بچوں کو قلعہ شقّ میں بھیج رہے ہیں اور نقد و جنس وغیرہ کو قلعہ نطاۃ میں چھپا رہے ہیں۔ نطاۃ فتح ہونے کے بعد اسی یہودی نے مسلمانوں کو وہ تہہ خانے بھی بتا دیے جہاں یہ چیزیں چھپائی

گئی تھیں۔

قلعۂ ناعم فتح ہونے کے بعد سیدنا حباب بن منذر نے قلعہ صعب کو محاصرے میں لے لیا۔ اور تیسرے دن اسے فتح کر لیا۔ اس قلعے کا نام ہی بتا رہا ہے کہ اس کا فتح کرنا بے حد دشوار (صعب) تھا۔ یہاں سے روغن زیتون، چربی، کپڑے اور قلعہ شکن آلے (منجنیق) ہاتھ آئے۔ اس سے مسلمانوں کی قلتِ رسد کی دشواری بھی کم ہو گئی اور منجنیق قلعۂ بُر کو فتح کرنے میں کام آئے۔ اگلے روز حصن نطاۃ بھی فتح ہو گیا۔ لیکن اس حصن میں قلعۂ زبیر کو فتح کرنا دشوار نظر آیا کیونکہ یہ ایک اونچے ٹیلے پر واقع تھا۔ دو روز کے بعد ایک یہودی ہی نے مسلمانوں کو بتایا کہ تم اس قلعے کو مہینہ بھر میں بھی فتح نہیں کر سکتے۔ فتح کرنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس زیر زمین نالی پر قبضہ کر لو جس کے ذریعے قلعہ کے کنوؤں میں پانی کا ذخیرہ جمع ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے جب اس نالی پر قبضہ کر لیا تو یہود کھلے میدان میں باہر آ کر لڑنے پر مجبور ہو گئے۔ پھر جلد ہی یہ قلعۂ زبیر بھی فتح ہو گیا۔

اب حباب بن منذر ——— جو ابھی قلعۂ صعب کو فتح کر چکے تھے ——— قلعہ اُبَی کی طرف بڑھے۔ عزدان نامی ایک یہودی بہادر مقابلہ کے لیے نکلا۔ جناب حباب نے پہلے ہی وار میں اس کا دایاں بازو الگ کر دیا۔ وہ بھاگا مگر حباب نے تعاقب کر کے اسے تلوار پر رکھ لیا۔ دوسرا بہادر مقابلہ کے لیے باہر آیا۔ ایک مسلمان سپاہی کو گرا کر ختم کر دیا۔ مگر فوراً حضرت ابو دجانہ رض لپکے اور اس کے پاؤں کاٹ کر اسے قتل کر دیا۔ اب کسی یہودی کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ مسلمانوں نے یہودیوں کے اس احساس مرعوبیت کو بھانپ لیا اور جناب ابو دجانہؓ مسلمانوں کو لیکر تکبیر کے دل ہلا دینے والے نعروں کے ساتھ جھپٹ پڑے اور ہر طرف سے دیوار پر چڑھنے لگے۔ یہ دیکھ کر اہل قلعہ بھاگ کھڑے ہوئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔ یہاں سے کافی تعداد میں بکریاں، کپڑے اور کچھ دوسرے سامان ہاتھ آئے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے حصن البری پر حملہ کیا۔ یہاں کے قلعہ نشینوں نے بے حد تیر اور پتھر

برسائے۔ اس کے مقابلہ کے لیے مسلمان وہ منجنیق لائے جو قلعہ صعب سے ہاتھ آئے تھے۔ قلعہ شکن منجنیقوں سے قلعہ بر کی دیواریں گر اوی گئیں اور مسلمانوں کی ایک یورش میں قلعہ فتح ہو گیا۔

اب قلعہ قموص (یا قروص) کی باری آئی۔ اس کا بیس دن محاصرہ رہا۔ سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ نے بھی کوشش کی لیکن اندر پہنچنے کی کوئی سبیل نظر نہ آئی۔ جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ باہر کوئی مقابلہ کے لیے نکلا ہی نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا "کل میں یہ عَلم اس کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا محب بھی ہے اور محبوب بھی۔ اللہ اس کے ہاتھ سے یہ قلعہ فتح کرا کے رہے گا۔" دوسرے دن آں حضرتؐ نے وہ عَلم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیا۔ ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا جس سے جوشِ چشم کی تکلیف جاتی رہی۔

یہاں ایک بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ اس نازک موقعہ پر آں حضرتؐ نے رخصت کرتے وقت سیدنا علیؓ سے فرمایا "پہلے ان کے سامنے اسلام کو پیش کرنا۔ قتال کی نوبت اس کے بعد آتی ہے۔ یاد رکھو اگر ان میں سے ایک شخص بھی اسلام قبول کر لے تو یہ نعمت سو سُرخ بالوں والے اونٹوں سے بہتر ہے۔" یقین ہے کہ سیدنا علیؓ نے اس ارشادِ نبوی کی حرف بہ حرف تعمیل کی ہو گی اگرچہ سیرت نگار اس کا ذکر نہیں کرتے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ آں حضرتؐ نے دوسرے نبرد آزماؤں کو بھی ایسی ہی ہدایت فرمائی ہو گی اور انھوں نے بھی تعمیل حکم کی ہو گی۔ کیونکہ یہ اعلان آں حضرتؐ نے شروع ہی میں فرما دیا تھا کہ "اس معرکہ میں وہی شریک ہو جس کا مقصد صرف اعلائے کلمۃ اللہ ہو۔"

اس موقع پر سب سے پہلے مرحب رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا اور اس کے جواب میں سیدنا عامر بن الاکوع رجز پڑھتے ہوئے بڑھے۔ مرحب نے ان پر وار کیا جسے انھوں نے اپنی سپر پر صاف روک لیا اور ساتھ ہی مرحب کے پاؤں پر ایک وار کیا۔ ان کی تلوار چھوٹی تھی۔ گھوم کر تلوار خود ان کے اپنے پاؤں پر لگی اور اس زخم سے یہ جانبر نہ ہو سکے۔ اس کے بعد سیدنا علیؓ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے اور تلوار کا ایک ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ تلوار اس کے خود اور سر کو چیرتی ہوئی گردن تک

پہنچ گئی۔ یہ دیکھ کر مرحب کا بھائی یاسر تیزی سے اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لیے حضرت علیؓ کی طرف لپکا مگر ابھی راستے ہی میں تھا کہ حضرت زبیر بن عوام کا ایک بھرپور ہاتھ یاسر کے سر پر پڑا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

اس کے بعد عام یورش ہوئی۔ سیدنا علیؓ نے ایک ہی دھکے میں قلعہ کا دروازہ توڑ کر گرا دیا اور مسلمان قلعہ کے اندر گھس گئے۔ اس طرح یہ مستحکم قلعہ بھی فتح ہو گیا۔

پھر قلعہ وطیح اور قلعہ سلالم کی نوبت آئی۔ سلالم کو حصن ابن ابی الحقیق بھی کہتے ہیں مسلمانوں نے ان دونوں قلعوں کا محاصرہ کر دیا اور چودہ دن تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ آخر یہاں بھی منجنیقوں کو کام میں لانے کا ارادہ کیا گیا۔ یہود یہ دیکھ کر ڈر گئے اور صلح کی درخواست کی۔ مصالحت کے بعد یہ دونوں قلعے بھی فتح ہو گئے۔

اب صرف قلعہ شق رہ گیا۔ اس کو فتح کرنے میں کوئی مقابلہ نہ پیش آیا کیونکہ یہاں صرف عورتیں بچے تھے۔ بغیر کسی معرکہ کے یہ قلعہ بھی آسانی سے فتح ہو گیا۔

یہ تمام فتوحات کس چیز کا نتیجہ تھیں؟ صرف صلح حدیبیہ کا۔ صلح حدیبیہ کے بعد اہل مکہ کی کوئی امداد اہل خیبر کو نہ مل سکتی تھی۔ کیونکہ ایک تو یہ NON-AGGRESSION PACT تھا اور دوسرے بیعت رضوان کے جوش و خروش نے اہل مکہ کو مرعوب کر دیا۔ اور تیسرے خود اہل مکہ میں اسلام کے اثرات تیزی سے نفوذ کر رہے تھے۔ ان تمام باتوں کے اجتماع نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین بنا دیا اور خیبر کے قلعوں کی فتح پہلی فتح مبین تھی۔ یہ فتح مبین کا آغاز تھا اور بعد کی فتوحات اسی فتح مبین کے سلسلۂ دراز کی کڑیاں تھیں۔

## یہود کی درخواست

خیبر کے اس پورے معرکہ میں ۹۳ یہود اور ۱۵ مسلمان کام آئے۔ فتح کے بعد یہود خیبر نے آں حضرتؐ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ خیبر کی زمینیں انھی کے قبضہ میں رہنے دی جائیں اور وہ پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو ادا کر دیا کریں گے۔ آں حضرتؐ نے یہود کی یہ

درخواست منظور فرمالی۔ اسی لفظ خیبر سے لفظ مخابرت نکلا ہے جسے مزارعت اور مساقات بھی کہتے ہیں جس کے معنی ہیں زمین کو بٹائی پر دینا۔ فقہا میں بڑا اختلاف ہے کہ زمین کو بٹائی پر دینا جائز ہے یا نہیں۔ اور جائز ہے تو کن شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

یہاں قدرت کا ایک کرشمہ دیکھیے۔ یہود نے غطفانیوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر خیبر کی نصف پیداوار کی شرط پر ابھارا تھا۔ مگر آج وہ یہود اسی شرط پر مسلمانوں سے صلح کی درخواست کر رہے ہیں۔

## عدل کا مثالی نمونہ

خیبر میں جب بٹائی کا وقت آتا تو آں حضرت عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے۔ عبداللہ بن رواحہ پیداوار کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہتے کہ "ان دونوں میں سے جو حصہ تم پسند کرو وہ لے لو۔" یہود یہ انصاف و تنصیف دیکھ کر کہتے کہ "بلاشبہ زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔" تقسیم کا یہ انداز ایسا ہے کہ خودغرضی کی جگہ فراخدلانہ عدل کارفرما ہوتا ہے اور کوئی باہمی جھگڑے کا موقع نہیں آسکتا۔

## تقسیم غنائم اور اسوۂ رسولؐ

آں حضرت نے غنیمتوں کو اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک ایک حصہ تو سولہ سو پیدل فوج کو ملا۔ ان میں دو سو سوار بھی تھے جن کو ایک ایک حصہ مزید دیا گیا۔ اس طرح کل اٹھارہ سو حصے ہوئے اس تقسیم میں جو اعلیٰ ترین انسانی قدر نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حصہ بھی ایک معمولی سپاہی کے برابر ہی رکھا۔ آں حضرتؐ اپنے لیے جتنا چاہتے رکھ سکتے تھے اور ایک مسلمان فرد کو بھی اس میں کوئی عذر نہ ہوتا۔ لیکن آں حضرت نہ فقط عدل و مساوات کا عملی نمونہ پیش فرمانا چاہتے تھے بلکہ رہتی دنیا تک ہر مصلح قوم کے لیے ایک اسوۂ عمل بھی چھوڑنا چاہتے تھے۔ یہی تو ہیں وہ اعلیٰ انسانی اقدار جن کے لیے رسالت کی ساری تگ و دو ہو رہی تھی۔

آں حضرتؐ نے جو غنیمت تقسیم فرمائی وہ کل غنیمت کا نصف حصہ تھی۔ بقیہ نصف کو وفود کی

میزبانی، ناگہانی ضروریات اور دیگر مصالحِ امت کے لیے محفوظ فرما دیا۔ ہر اسٹیٹ کے لیے ایسے فنڈ ضروری ہوتے ہیں جو اسٹیٹ کی اجتماعی ضروریات کے لیے کام آئیں اور عین وقت پر دشواریوں کا سامنا نہ ہو۔

سیدنا عمرؓ نے اپنا حصہ کا رِ خیر کے لیے وقف کر دیا اور یہ اسلام میں پہلا وقف تھا۔

## غطفانیوں پر نظرِ کرم

یہودِ خیبر نے غطفانیوں کو نصف پیداوارِ خیبر کی شرط پر مسلمانوں کے خلاف ابھارا تھا اور یہ چار ہزار فوج لے کر خیبر کی طرف چل بھی پڑے تھے، اور اگر یہ رجیع میں مسلمانوں کو حائل نہ پاتے تو یہودِ خیبر کی مدد کو پہنچ بھی جاتے۔ ظاہر ہے کہ یہ غطفانی مجبوراً واپس گئے اور براہِ راست مسلمانوں سے لڑنے کی جرأت نہ کر سکے۔ انھوں نے مسلمانوں سے جنگ نہ کر کے مسلمانوں پر کوئی احسان نہ کیا تھا بلکہ خود اپنے اوپر احسان کیا تھا۔ اور کم سے کم اتنی بات تو یقینی تھی کہ یہود کی حمایت میں مسلمانوں پر مدینے پہنچ کر حملہ کرنے کے لیے آمادہ ہو جانا اور مسلمانوں کی آمد سن کر چار ہزار آدمیوں کو لے کر یہود کی امداد کے لیے چل پڑنا بجائے خود ایک قابلِ سزا اقدام تھا ورنہ کم از کم یہ کسی انعام کے مستحق تو ہو ہی نہیں سکتے تھے لیکن آں حضرتؐ محض اعلیٰ اقدار کو قائم کرنے کے لیے آئے تھے ان میں صرف عدل ہی نہ تھا بلکہ تقاضائے رحمت ہر چیز پر غالب تھا اور تقاضائے رحمت میں انتقامی کارروائیوں کی گنجائش کہاں رہتی ہے ——

یہ غطفانی آں حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہا کہ "ہم لوگوں نے اس جنگ میں یہود کا ساتھ نہیں دیا اس لیے غنیمت میں کچھ ہمارا حصہ بھی ہونا چاہیے" —— ظاہر ہے کہ صرف دشمن کا ساتھ نہ دینا کسی انعام کا حقدار نہیں بناتا۔ قانونِ عدل کے مطابق حصۂ غنیمت کے مستحق وہ ہوتے ہیں جو جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں یا کم سے کم وہ پہلے مسلمانوں سے مل کر انعام کے وعدے پر دشمن کا ساتھ نہ دینے کا عہد کریں۔ یہاں ایسی کوئی بات نہ تھی اور قانونی لحاظ سے یہ کسی انعام کے مستحق نہ ہو سکتے تھے۔ جب کہ دشمن کا ساتھ دینے کے لیے گھروں سے چل

بھی پڑے تھے۔ لیکن رحمۃ للعالمین کے در سے سوالی خالی ہاتھ لے کر کیسے واپس جا سکتا تھا۔ آں حضرتؐ نے ان کی درخواست منظور فرمائی اور ذوالرقیہ کا پہاڑی علاقہ انھیں دیدیا۔ در اصل تالیفِ قلب بھی ایسی اخلاقی قدر ہے جسے کوئی ریاست نظر انداز نہیں کر سکتی۔ خود قرآن نے بھی مالِ صدقات میں مؤلفۃ القلوب کا حصہ رکھا ہے۔ اس کے نتائج خوشگوار دوررس ہوتے ہیں۔ فوری نہیں ہوتے۔

---


## گلستانِ حدیث

مصنفہ محمد جعفر پھلواروی

چالیس منتخب احادیثِ نبوی کی تشریح جس کے ہر مضمون کی تائید میں دوسری احادیث اور قرآنِ کریم کی آیات سے ان کی مطابقت نہایت دلکش انداز سے پیش کی گئی ہے۔ اندازِ نگارش اچھوتا اور تشریحات جدید افکار و اقدار کی روشنی میں کی گئی ہیں۔ کتابت وطباعت عمدہ۔ مجلد مع گرد پوش۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

## سرگزشتِ غزالی

مترجمہ محمد حنیف ندوی

امام غزالی کی "المنقذ" کا اردو ترجمہ جس میں انھوں نے اپنے فکری و نظری انقلاب کی دلچسپ داستان بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح انھوں نے جبہ و عبا اور مسند و دستار کی زندگی چھوڑ کر گلیم و فقر کی روش اختیار کی اور تصوف کو اپنا نصب العین قرار دیا۔

قیمت ۳ روپے

ملنے کا پتہ: سکریٹری ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور